حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

علم مقصد ہے وسیلہ نہیں!

۸ رجنوری ۱۹۵۱ء کو طلبائے دارالعلوم دیوبند سے مؤثر اور تاریخی خطاب

حضرات! مجھے ایک عرصے کے بعد اگر چہ یہاں آنے کا موقع ملا ہے، لیکن آپ کی اس شاندار درسگاہ سے میرا تعلق نیا نہیں ہے، بلکہ بہت پرانا ہے۔ ابھی جب آپ ایڈریس پڑھ رہے تھے تو میرا ذہن بے اختیار گزرے ہوئے واقعات کی طرف جارہا تھا، ۱۹۱۴ء کی بات ہے جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ دہلی میں مقیم تھے میں نے ان سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے ملنے کا موقع ملے، اگر میں دیوبند جاؤں تو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے جانے سے وہاں کے حالات آلودہ ہو جائیں گے اور میری وجہ سے حکومت مدرسہ کی طرف سے مشکوک ہو جائے گی، مولاناؒ کو جب میرا ارادہ معلوم ہوا تو مجھ پر کمال عنایت فرمائی اور خود دیوبند سے دہلی تشریف لائے، اور یہ اہتمام کیا کہ شام کو ٹرین سے جو تقریباً سات بجے دہلی پہنچتی تھی دہلی تشریف لائے اور اور جو ٹرین رات کو تقریباً ۱۲ بجے دہلی سے روانہ ہوتی تھی اس سے واپس ہو کر صبح ہی دیوبند پہنچ گئے، ڈاکٹر انصاری جو اپنے بڑے بھائی حکیم نابینا کے واسطہ سے شیخ الہندؒ سے خاص عقیدت رکھتے تھے ان کی کوٹھی پر قیام فرمایا، میں رات کو آٹھ بجے ملاقات سے شرف اندوز ہوا، چند برس قبل جب مدرسہ میں ایک خاص تقریب ہوئی جس میں یوپی کے گورنر مسٹن کو دعوت دی گئی تھی تو مجھے بھی مدعو کیا گیا، حکیم اجمل خاں اور مولانا محمد علی مرحوم کیساتھ بھی یہاں حاضر ہوا، اور مدرسہ کی مہمان نوازیوں سے فیضیاب ہوا۔ مگر کچھ ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ میں جلسہ میں شریک نہ ہو سکا، اس کو ۲۵ سال ہوئے، مدرسہ سے میرا جسمانی تعلق پرانا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا مگر روحانی علاقہ اس سے بھی زیادہ پرانا ہے ــــ ایڈریس میں بتایا گیا ہے کہ درس گاہ کی بنیاد خاص وقت میں ڈالی گئی، عام طور پر جب کسی مدرسہ کو بناتے ہیں تو اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ وہاں اصحاب تمول بکثرت ہوں، اور اس طرح کا ماحول ہو کہ ہر قسم کی مادی امداد ملتی رہے، مگر دیوبند ایسی آبادی نہ تھی، یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے، یہاں نہ دولت مندوں کی آبادی ہے، نہ اس کی اور کوئی خصوصیت قابل ذکر تھی، اگر یہ دارالعلوم نہ ہوتا تو لوگ دیوبند کے نام سے بھی واقف نہ ہوتے، اس کے علاوہ جب اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی اس وقت ہندوستان ایک بڑے انقلاب سے گزر رہا تھا، انقلاب کے بعد خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر جو مصیبت آئی، اس کا لحاظ کرتے ہوئے اور ملک کی عام حالت کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل تھا کہ مسلمان اس آسمان کے نیچے اطمینان کا سانس بھی لے سکیں گے یا نہیں! صدیوں کی زندگی میں جو اجتماعی نظام قائم ہوا تھا اس کی بنیادیں منہدم ہو چکی تھیں، ۱۸۵۷ء کی خونی داستان کے بعد جس کو آج کل

غدر' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے اس سے علمی خاندان برباد ہو گئے، ریاستیں ضبط کی گئیں، یہ واقعہ تاریخ میں یادگار رہے گا، ایسے وقت میں خدا کے چند مخلص بندوں نے اس بستی میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جہاں نہ اصحاب تمول رہتے تھے، نہ مادی اعانت کے کرنے والے اور جہاں فقر و فاقہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ جو حقیقتاً مدرسہ کے بانی تھے، ان کی زندگی کس طرح کٹی؟ مولانا محمود حسن صاحبؒ نے مجھ سے واقعہ بیان کیا کہ ان کو ۱۵ روپے تنخواہ ملتی تھی، ایک پیسہ زیادہ نہ لیتے تھے، نہ اس سے زائد کی کبھی انہوں نے تمنا کی، اسی میں تمام زندگی بسر کی، ۱۸۷۸ء میں جب پلونا میں روس و ترکی میں لڑائی ہوئی تو برٹش گورنمنٹ کی پالیسی یہ تھی کہ روس کے مقابلہ میں ترکی کی امداد کی جائے، ترکوں نے ''ریڈ کراس'' کے مقابلہ میں 'ہلال احمر' کھولی تھی، ہندوستان میں ترکوں کے لئے چندہ کیا جاتا تھا، ہر ضلع کے حکام لوگوں کو بلا کر ترغیب دیتے تھے، سہارنپور میں بھی کلکٹر نے چندہ کی تحریک کی اور لوگوں کو جمع کیا، حضرات علماء کو بھی بلایا گیا، مولانا محمد قاسمؒ بھی اس میں مدعو تھے، شیخ الہندؒ مجھ سے کہتے تھے کہ مولانا سمجھ گئے کہ ان کو اس لیے بلایا جا رہا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں سے چندہ کے لئے اپیل کریں، مولاناؒ نے فرمایا کہ میں جب تک خود نمونہ نہ پیش کروں دوسروں سے کیونکر کہوں، غریب سے غریب آدمی کے پاس بھی گھر کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے، مولاناؒ کے یہاں بھی تانبے کے سوا دنیا کی کوئی چیز نہ تھی، جب سہارنپور تشریف لے جانے لگے تو گھر کے تمام برتن ساتھ لے لئے اور چندہ کے لئے اپیل کی تو سب سے پہلے آپ نے یہ برتن پیش کر دیے ___ دراصل یہ وہ نمونہ تھا جو ہمیں صحابہؓ کی زندگی میں ملتا ہے، غزوۂ عسرت میں جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے اعانت کیلئے فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و متاع بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا تھا، جب ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "ما أبقيت لأهلك "اپنے بیوی بچوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو اس پیکر ایمان نے کہا تھا کہ " ابقيت لهم الله و رسوله" یعنی اللہ اور اس کے رسول کو۔ لوگ علم و تبحر کو ڈھونڈتے ہیں، وہی چیز جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دل میں بس گئی تھی، وہی جوہر ان بزرگوں کی زندگی میں بھی تھا، حضرت ابو بکرؓ کے لئے ارشاد ہوا تھا:" لا بكثرة صومه ولا بصلوٰة ولكن بما وقر في قلبه" نماز، روزہ کی زیادتی کے باعث نہیں، بلکہ اس خاص جوہر کی وجہ سے ان کے دل میں جما دیا گیا تھا۔ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہ درسگاہ جس کی بنیاد ایسے لوگوں نے ڈالی ہو وہ مستقبل میں ایک لمحہ کیلئے بھی پریشان نہیں ہو سکتی، ان بزرگوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کی دینی زندگی کو تھامنا ہے تو اس کے لئے کوئی نئی اینٹ رکھنی چاہئے، چنانچہ اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی جو اس شاندار مدرسہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

دارالعلوم کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کے خلوص کو قبول فرمایا اور ایسی برکت دی کہ اس درسگاہ سے ۷۰ برس کے قیام میں (قیام دارالعلوم کی مدت ۸۷ سال ہے) کتنے علماء، فضلاء نکلے اس کو اگر بیان کیا جائے تو ایک ضخیم مجلد تیار ہو جائے اور پھر بھی یہ داستان ادھوری رہے گی، گزشتہ چار سال میں جو واقعات

ظہور میں آئے، ان کا نتیجہ تھا کہ ملک پر مصیبت کی گھٹائیں چھا گئیں ہم نے آزاد ہندوستان کا جو نقشہ تیار کیا تھا اگر باقی رہتا تو حالات یقیناً دوسرے ہوتے، مگر ملک تقسیم ہو گیا، جس کا نتیجہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی تباہی اور بربادی کی شکل میں نمودار ہوا، لاکھوں انسانوں پر اس طرح مصیبت آئی اور لاکھوں اس طرح مصائب سے دو چار ہوئے، مگر اب روز بروز حالات پر امن ہوتے جا رہے ہیں، آج سے ۷۰ برس یا ۸۷ برس پیشتر جس روشنی نے آپ کی رہنمائی کی تھی وہی روح آج بھی پیش نظر ہونی چاہیے۔

حضرات! کسی جماعت کی زندگی اس پر موقوف ہوتی ہے، اس کی روح اور دل کیونکر تیار کیا گیا ہے، آپکی یہ درسگاہ دراصل ایسا کارخانہ ہے جو مسلمانوں کی روحوں کو ڈھالتا ہے، یہ کارخانہ قائم ہے تو ہمیں پریشان نہ ہونا چاہیے، اس درسگاہ کے اسلاف نے عمل کا جو نمونہ پیش کیا تھا اور جن مقاصد کو لے کر یہ درسگاہ قائم کی تھی، اگر وہ روشنی آپ کی رہنمائی کر رہی ہے تو میں آپ کو یقین دلاؤں گا کہ شاندار مستقبل اس کے لئے تیار ہے۔

آپ نے ایڈریس میں بعض خاص امور کا ذکر کیا ہے اور اس کے سندوں کو تسلیم کئے جانے کے لئے توجہ دلائی ہے، یہ بالکل درست ہے، اس مدرسہ کی واقعی تعلیمی حیثیت کا اعتراف کیا جائے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے، میں حکومت ہند کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کی حیثیت اور اس کی عظمت سے بے خبر نہیں ہے، وہ جانتی ہے کہ یہ مدرسہ کس حیثیت کا مالک ہے اور اس کا قیام ملک کے لئے کتنا ضروری ہے، جہاں تک ممکن ہوگا حکومت اس مدرسہ کی خدمت کے لئے تیار رہے گی ــــ آخر میں آپ کی محبت واخلاص اور حسن ظن کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے آنے اور مدرسہ دیکھنے کا موقع دیا، میری خواہش ہے کہ میں پھر اپنی زندگی کے چند بہترین لمحات یہاں بسر کروں، اگر وقت ہوتا تو میں طلباء کے لئے خاص وقت نکالتا، مگر وقت بہت کم ہے، اس کے لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی اجتماع میں چند کلمات پیش کروں، غالباً مدرسہ کے سب طلباء یہاں موجود ہیں۔

طلباءعزیز! کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ تم جو تعلیم حاصل کر رہے ہو، اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ علم مقصود ہے یا وسیلہ؟ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وسیلہ ہیں، اصل مطلوب نہیں، البتہ مطلوب ہیں وہ ان کے بغیر نہیں مل سکتیں، اسلئے وسیلہ بھی مطلوب ہو جائے گا، مثلاً سکہ چاندی سونے کا چلتا ہے، دولت کمانے کا یہی ذریعہ ہے، مگر ہماری زندگی کی ضرورتوں میں یہ سونا چاندی کس کام آتا ہے، اگر پیاس لگی ہو تو کیا چاندی سے بجھ جائیگی؟ بھوک میں کیا سونا بھوک بجھا دیگا؟ مگر جب تک یہ سامان نہ ہو کھانے پینے کی چیزیں مجھے نہیں مل سکتیں اسلئے چاندی سونے کا مسئلہ بھی ضروری ہو گیا ہے، گورنمنٹ نے کرنسی نوٹ چلائے ہیں، کاغذ کا پرچہ ایک چھدام کا بھی نہیں ہے، مگر گورنمنٹ نے اس پر چھاپ دیا ہے ایک ہزار روپے، اب یہ وسیلہ ہے، اسی کاغذ کے ذریعہ روپیہ اور اشرفیاں مل جاتی ہیں، یہ کاغذ وسیلہ ہو گیا ہے ایک ہزار روپے کے وصول کرنے کا، اب لوگ ہزار روپے کی اشرفیاں یا چاندی کے سکے نہیں رکھتے بلکہ کاغذ کا یہ پرزہ رکھ لیتے ہیں، جو چیزیں وسائل کا حکم رکھتی ہیں ان میں استقرار ضروری نہیں ہے، لیکن جو چیزیں مقاصد میں داخل ہیں، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، بھوک میں غذا مقصد ہے،

وسیلہ اس کو بدل نہیں سکتا__ تم نے اپنے گھروں اور عزیز اقارب کو چھوڑا اور یہاں آئے، ملک میں تعلیم کے دوسرے طریقے بھی رائج ہیں، لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں مگر ہم نے اسکولوں اور کالجوں سے آنکھیں بند کیں تا کہ دینی علوم میں مہارت حاصل کرو، بڑا مبارک ارادہ ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جس علم کو تم سیکھ رہے ہو وہ علم وسیلہ ہے یا مقصد؟ تمہارے ذہن نے اگر اس کو نہ سمجھا تو میں متنبہ کروں گا کہ تم صحیح کام نہیں کر رہے ہو، اور قوموں نے ہمیشہ علم کو وسیلہ سمجھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے علم کو وسیلہ نہیں مقصد سمجھا، ذریعہ معاش نہیں سمجھا۔ ہندوستان میں ۲۴ یونیورسٹیاں ہیں، کالج ہیں اور لاکھوں اسکول ہیں، جن کا دامن دیہات تک پھیلا ہوا ہے، ان میں جو تعلیم ہوتی ہے، اسکو وسیلہ سمجھا جاتا ہے مقصد نہیں سمجھا جاتا، ان میں صرف اسلئے تعلیم حاصل کی جاتی ہے کہ سرکاری ملازمتیں مل سکیں اور اونچے عہدے حاصل کئے جاسکیں، جو شخص وہاں جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب تک یہاں کی ڈگری موجود نہ ہو وہ معاش حاصل نہیں کر سکتا، مگر میں تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس علم کی خاطر تم زانوئے ادب تہہ کر رہے ہو وہ علم مقصد ہے وسیلہ نہیں ہے۔ اس کو کسی وسیلہ کیلئے حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ اسلئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے، مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کیلئے سیکھا ہے، انہوں نے کبھی علم کو اسلئے حاصل نہیں کی کہ اس کو ذریعہ معیشت حاصل کریں، مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا؟ جنھوں نے علم کے افسانے سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ جنہوں نے علم وفقہ مدون کیا، جس پر کروڑوں مسلمان عمل کرتے ہیں وہ پارچہ فروش تھے انہوں نے اپنے وسیع علم کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا، معروف کرخیؒ موچی تھے، آج ہم اس پیشہ کو سننے کو بھی تیار نہیں ہیں، وہ کرخ میں نکل جاتے، بازار میں بیٹھتے، راہ چلتے آدمیوں کے جوتے سیتے اور اسکی اجرت سے گزر بسر کرتے، شمس الائمہ کا نام ہی حلوائی پڑ گیا تھا اور اتنا بڑا عالم اپنا ذریعہ معیشت حلوہ فروشی بنائے ہوئے تھے__ اسی طرح اسلام کے مشہور علماء نے علم دین کے چشمے بہائے مگر کبھی علم دین کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا، وہ علم کو علم کیلئے حاصل کرتے تھے، زخارف دنیوی کیلئے نہیں، انکے نزدیک یہ گناہ تھا کہ علم کو دنیا کیلئے حاصل کیا جائے، وہ تشنگان علم کو علم کی روشنی سے سیراب کرنا ہی اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے، یہ ہمارے علماء کا خاص شیوہ رہا ہے کہ دین کی خدمت، علوم دینیہ کی اشاعت کو انہوں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے، انہوں نے اس کیلئے خرید و فروخت کا بازار گرم نہیں کیا، اس حقیقت کو اگر تم نے سمجھ لیا تو اپنی زندگی کی تاریخ ڈھال لی__ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دین کی توفیق دی ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کی صدا ہر شخص کے کانوں تک پہنچا دو، کچھ دنوں کے بعد تم تعلیم کے مرحلوں کو طے کر کے فراغت حاصل کرو گے، اور ایک عالم دین کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش ہو گے، اس وقت تمہارے سامنے بھی یہ فریضہ ہونا چاہئے، اگر تم نے یہ کر لیا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو علم تم حاصل کر رہے ہو، اس آسمان کے نیچے اس سے اونچی عزت کا کوئی اور مقام نہیں ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اسکی توفیق بخشے، میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ بار بار اس قسم کی تقریبات میں شرکت کا موقع ملے گا۔